# تیسرے درویش کی سیر پر تبصرہ

تیسرا درویش عجم کا شہزادہ ہے۔ باپ کا اکلوتا اور ناز و نعم میں پلا ہوا ہے شکار کے شوق میں ایک دن نکل پڑا۔ ایک ہرن نظر آیا۔ اپنا گھوڑا اس کے پیچھے ڈال دیا۔ ہرن پر زربفت کی جھول اور سونے کے گھونگرو تھے۔ ہرن بہت تیز بھاگتا تھا اور اس کے پیچھے شہزادے کا گھوڑا اس کا تعاقب کر رہا تھا کہ ایک مقام پر آکر شہزادے نے ہرن کے تیر مارا۔ وہ تیر اس کے پیر میں لگا۔ وہ ہرن لنگڑاتا ہوا پہاڑ کے دامن میں ایک گنبد کے قریب ہو گیا۔ میں بھی اس گنبد میں چلا گیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک بوڑھا اس کے پیر سے تیر کھینچ رہا ہے۔ میں نے معافی مانگی کھانا کھایا اور سو گیا۔ میں نے گریہ وزاری کی آواز سنی۔ اٹھ کر دیکھا تو وہاں کوئی نظر نہ آیا۔ ایک کونے میں دیکھا کہ ایک خوبصورت عورت فرنگی لباس پہنے ہوئے بیٹھی ہے اور بوڑھا اپنا سر اس کے پاؤں پر رکھے ہوئے رو رہا ہے۔ جب نے دیکھا کہ وہ عورت پتھر کی بنی ہوئی ہے یہ ماجرا میری سمجھ میں نہ آیا۔ میں نے بوڑھے سے پوری کیفیت دریافت کیا۔

بوڑھا بولا کہ میرا نام نعمان ہے میں بڑا سوداگر تھا۔ دنیا کی سیر کر چکا ہوں صرف جزیرۂ فرنگ کو نہ دیکھا تھا۔ اسی شوق میں اپنے رفیقوں کے ساتھ تحائف

لے کر فرنگ کے شہر میں آیا۔ شہزادی نے جو میرے متعلق سنا تو مجھے بلایا۔ میں اس کے پاس گیا اور اس کے حسن نے میرے اوپر جادو کر دیا۔ اس نے مجھے ایک رقعہ لکھ کر دیا اور ایک انگوٹھی دی کہ اس طرف کو ایک باغ ہے جس کا نام دل کشا ہے۔ وہاں ایک شخص کہ جس کا نام ... کا ہے۔ یہ انگوٹھی اور پرچہ اس کو دے دینا اور جلد آنا۔ میں وہاں گیا میں نے دیکھا کہ ایک خوبصورت شخص قفس میں بند ہے۔ میں نے اس کو یہ دونوں چیزیں دیں وہ مجھ سے ملکہ کا حال پوچھنے لگا۔ اتنے میں دیکھا کہ ایک زنگیوں کی فوج آ رہی ہے یہ لوگ میرے اوپر برچھی اور تلواریں مارنے لگے۔ میں بری طرح زخمی ہو گیا اور بیہوش ہو گیا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں نے دیکھا کہ دو پیادے مجھ کو لیئے جا رہے ہیں میں نے ان سے پوری کیفیت معلوم کی انھوں نے بتایا کہ یہ شخص جو پنجرے میں بند ہے بادشاہ کا بھتیجا ہے۔ اس کا باپ یہاں کا بادشاہ تھا وہ مرتے وقت وصیت کر گیا تھا کہ میرا لڑکا ابھی نابالغ اور بے شعور ہے اس لیئے بھائی کو سلطنت کا مختار بنایا گیا تھا اور ساتھ ساتھ بھائی سے یہ بھی وصیت کر دی تھی کہ اپنی لڑکی کی شادی میرے لڑکے سے کر دینا۔ چنانچہ بڑے بھائی کے انتقال کے بعد چھوٹے بھائی نے سلطنت پر قبضہ کیا اور شہزادہ کو سودائی مشہور کر کے پنجرے میں ڈلوا دیا۔ شہزادی اس سے محبت کرتی تھی۔ اس نے یہ رقعہ شہزادے کو بھیجا تھا جو بادشاہ کو خبر مل گئی اور اس نے ایک دستہ تیرے مارنے کے لیے بھیجا اور اس جوان قیدی کے قتل کی تدبیر وزیر سے پوچھا وزیر نے ملکہ کو راضی کیا کہ وہ شہزادے کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دے شہزادی تلوار لیئے ہوئے آئی۔ شہزادے کو پنجرے سے نکالا گیا۔ جب شہزادہ قریب آیا تو شہزادی نے تلوار ہاتھ سے پھینک دی۔ اور اس کے گلے چمٹ گئی۔ بادشاہ کو دیکھ کر غصہ آیا۔ وزیر نے تلوار لے کر قصد کیا کہ شہزادے کی گردن اڑا دے کہ ایک تیر اس کے آ کر لگا اور وہ وہیں مر گیا۔ میں بھی ملکہ سے مل کر رخصت ہوا اور ایک پہاڑ پر یہ مکان بنایا۔ ملکہ کی ایک

Scanned by CamScanner

مورت بنائی اور اب اس کی پرستش کرتا ہوں۔

عجم کا شہزادہ کہتا ہے کہ مجھے بھی فرنگ کے ملک کو دیکھنے کا اشتیاق ہوا۔ اور ہزار مصیبتیں سہتا وہاں پہونچا ایک دن بازار میں دیکھا کہ دوکانیں بند ہونے لگیں اور لوگ بھاگنے لگے۔ ایک جوان ہاتھ میں تلوار لیئے ہوئے آتا ہے اور دو غلام ایک تابوت سر پر لیئے آتے ہیں۔ میں بھی اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ لوگ مجھ سے منع کرتے تھے لیکن میں نہیں مانتا تھا کہ وہ شخص ایک مکان میں داخل ہوا۔ اس نے مجھے ڈانٹا لیکن میں اپنی ضد پر جما ہوا تھا۔ میں نے اسے اپنا احوال سنایا۔ اسے مجھ سے ہمدردی پیدا ہوئی۔ وہ بولا یہ تابوت اسی شہزادے کا ہے اس کو دوسرے وزیر نے دھوکہ دیکر مار ڈالا ہے اس کا کوکا ہوں۔ میں نے بھی اس وزیر کو قتل کر دیا اور اب ہر نوچندی جمعرات کو یہ تابوت لے کر شہر میں نکلتا ہوں۔

رات کو وہ شخص تابوت لے کر ملکہ کے محل میں گیا۔ مجھ کو ساتھ لے کر گیا۔ اس نے میری سفارش کی کہ یہ آپ کا سچا عاشق ہے۔ اس کی طرف توجہ فرمایئے۔ ملکہ راضی ہوگئی میں روز رات کو اس سے ملنے جانے لگا ایک دن بولی مجھے یہاں سے کہیں لے چل اس کو لے کر چل پڑا۔ راستے میں ایک مکان مقفل نظر پڑا۔ میں نے قفل توڑا اور ہم اس میں داخل ہوئے۔ رات اس مکان میں گزاری۔ صبح کو یہ خبر سب میں پھیل گئی کہ شہزادی غائب ہوگئی تو ہر طرف کٹنیاں اور ہرکارے نکل پڑے کہ شہزادی کی خبر لادیں ایک کٹنی فقیرنی کا بھیس بدل کر گھر میں آگئی وہ بھیک مانگ کر نکل ہی رہی تھی جو گھر کا مالک آگیا اور اس نے اسے نکلتے دیکھ کر اس عورت کو جان سے مار دیا لیکن ہمیں دیکھ کر اس نے تسلی دی۔ اس کا نام شہزاد خاں تھا کچھ دنوں تک ہم اس کے مکان پڑے رہے جب میری طبیعت گھبرانے لگی تو میں نے اس سے کہا کہ اب وطن جانا چاہتا ہوں۔ وہ ہم دونوں کو لے کر بہادری کے ساتھ چل پڑا۔ بادشاہ کو خبر ہوئی اس نے فوج بھیجی

Scanned by CamScanner

بہزاد خاں نے اس کے سپہ سالار کو قتل کر دیا اور بادشاہ کو شکست ہوئی۔ بہزاد خاں ہم کو لے کر میرے وطن آیا۔ جب ہم دریا کے کنارے پر آنے والے تھے تو اس وقت ملکہ گھوڑے سے گر گئی اور دریا میں ڈوب گئی۔ بہزاد خاں نے اسکی تلاش میں فوراً غوطہ لگایا لیکن اس کا بھی کچھ پتہ نہ چل سکا۔ اس واقعہ کو دیکھ کر میں سودائی اور جنونی ہو گیا۔ ایک روز اسی حالت میں جا رہا تھا کہ اسی دریا میں غوطہ لگاؤں کہ ایک سوار برقعہ پوش نظر آئے اور انھوں نے بشارت دی کہ شہزادی اور بہزاد خاں جیتے ہیں تو مایوس مت ہو۔ اپنی مراد کو پہونچے گا۔ تو روم کی طرف جا۔ وہاں تجھ کو وہ درویش ملیں گے جب تو ان سے ملے گا تو اپنی مراد کو پہونچے گا۔

یہ ہے پوری کہانی کا نچوڑ۔ لیکن ایک خاص بات یہاں دیکھنے میں آئی ہے کہ داستان پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ داستان گو کہانی کہتے کہتے تھک گیا ہے اور اسکی کوشش ہے کہ یہ کہانی جلد ختم ہو اس لیئے اس کی رفتار میں وہ ٹھہراؤ نہیں جو شروع کی تین داستانوں کی نمایاں خصوصیت ہے۔

اس میں جو کردار پیش کیئے گئے ہیں ان میں کسی قسم کی حرکت نہیں معلوم ہوتی عجم کا شہزادہ صرف عاشق ہے جو صرف مورتی کو دیکھ کر فرنگ کی گلیوں کی خاک چھانتا ہے۔ اس میں حرکت کی کمی ہے۔ شہزادی سے ملنے کے لیئے دوسروں کا سہارا لیتا ہے۔ اس کا گوکا کے پیچھے پیچھے پھرنا ہمیں دوسرے درویش کی سیر کے اس شخص کی یاد دلاتا ہے جو مرتبان دکھا کر غلام کو قتل کرتا تھا اور شہزادہ اس کے پیچھے پیچھے چلتا تھا۔ ہر چند کہ لوگ منع کرتے تھے۔ یہاں بھی داستان گو نے اسی واقعہ کی جھلک دکھائی ہے۔

بہزاد خاں کا ذکر اگرچہ بہت مختصر ہے لیکن وہ اسی دنیا کا ایک بشر معلوم

ہوتا ہے جو بہت بہادر اور نڈر ہے جو اپنے آقا پر اپنی جان قربان کرنا اپنا
فرض سمجھتا ہے۔ مبراس جب دشمنوں کو للکارتا ہے تو اس کی بہادری کی پوری تصویر
آنکھوں کے سامنے کھنچ جاتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی انتہائی بہادر آدمی ہے جو
مبارز طلبی کی دعوت دے رہا ہے۔

اپنے خاوند کو جا کر کہو کہ بہزاد خاں، ملکہ مہرنگار اور شہزادہ کا ذکر کر جو
تمہارا داماد ہے ہانکے پکارے لئے جاتا ہے اگر مردمی کا کچھ نشہ ہے تو باہر نکلو
اور ملکہ کو چھین لو۔ یہ نہ کہو کہ چپ چاپ لے گیا۔ نہیں تو قلعے میں بیٹھے آرام
کیا کرو۔"

لقمان سیاح کے کردار میں کوئی خاص بات نظر نہیں آتی۔ سوائے اس کے
کہ وہ سوداگر ہے اور ملکہ سے ملاقات کے بعد اس کے حسن سے اتنا متاثر ہو گیا
ہے کہ اپنا کاروبار چھوڑ کر ایک پہاڑ پر گوشہ نشینی اختیار کر لی ہے اور ملکہ کی مورتی
کی پرستش کرتا ہے۔ یہ کردار داستان میں کوئی جان پیدا نہیں کرتا۔ وہ ملکہ کی محبت
میں قاصد کا کام بھی کرتا ہے۔ شہزادے کو شقہ پہنچاتا ہے اور پھر مار کھاتا ہے
اور آخر میں ملکہ سے رخصت ہو کر واپس آ جاتا ہے۔

ملکہ بھی دوسرے قصوں کی شہزادیوں کی طرح عشق میں مبتلا ہے لیکن اس کے
مزاج میں نرمی اور خدا ترسی کا مادہ ہے۔ اس کی محبت میں جو خلش ہے وہ اس
کے خلوص کی عکاسی کرتی ہے وہ بہت ہوشیار ہے۔ وہ وزیر کے کہنے کو مان
لیتی ہے اور تلوار لے کر شہزادے کو قتل کرنے کے ارادے سے نکل کھڑی
ہوتی ہے حالانکہ اس کا مقصد شہزادے کی صورت دیکھنا ہے اسی لیے وہ
قتل کرنے پر راضی ہو جاتی ہے۔ جب وہ شہزادے کی صورت دیکھ لیتی ہے تو اس
سے چمٹ جاتی ہے اور تلوار ہاتھ سے پھینک دیتی ہے۔

Scanned by CamScanner

وہ شہزادی ہونے کے ناطے یہ پسند نہیں کرتی کہ وہ کسی معمولی آدمی سے شادی کرے وہ یہاں بھی اپنا معیار قائم رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے جب سنا کہ عجم کا شہزادہ عشق کرتا ہے تو وہ کس طرح جواب دیتی ہے۔ "اگر شہزادہ ہے تو کیا مضائقہ؟ روبرو آوے"۔

وہ محل کی چہار دیواری سے گھری ہوئی فضا میں سانس لینا پسند نہیں کرتی ہے شہزادے کے ساتھ نکل پڑتی ہے یہ اس کی شہزادے سے محبت کی دلیل ہے اس میں میرامن نے مشرقی عورت کی نفسیات کی بہترین تصویر کھینچی ہے کہ یہ عورتیں کس طرح گھٹ گھٹ کر سانس لیتی ہیں اور جب موقع ملتا ہے تو اس تنگ و تاریک فضا سے نکلنے کی کوشش کرتی رہیں۔

ملکہ کے اندر خدا ترسی کا مادہ بھی موجود ہے۔ جب کٹنی فقیرنی کے بھیس میں آتی ہے اور اس سے سوال کرتی ہے تو پھر ملکہ سے رہا نہیں جاتا اور وہ ترس کھا کر چار نان اور کباب اور ایک انگوٹھی چھنگلیا سے اتار کر حوالے کی اس کو "بیچ باچ کر گہنا پاتا بنا دیجیو اور خاطر جمع سے گزران کیجیو۔ تیرا گھر ہے"۔

اس میں ایک کردار کٹنی کا ہے جو ہمارے سامنے صرف چند منٹ کے لیے آتی ہے لیکن میرامن نے اس کی تصویر ایسی کھینچ دی ہے کہ اس کے نقش ہمارے ذہن پر اچھی طرح ثبت ہو جاتے ہیں۔ کٹنی کا جو تصور ہمارے ذہن میں ہوتا ہے میرامن نے اپنے الفاظ کے ذریعہ اس کی تصویر کھینچ رہی ہے۔ ایک غریب فقیرنی جس طرح بھیک مانگتی ہے بالکل اسی طرح کٹنی نے بھی یہی رول ادا کیا ہے

"ایک بڑھیا شیطان کی خالہ ہاتھ میں تسبیح لٹکائے برقع اوڑھے دروازہ کھلا پاکر بے دھڑک چلی آئی۔ اور سامنے کھڑے ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعا دینے لگی کہ الٰہی تیری تھ جوڑی سہاگ کی سلامت رہے اور کماؤ کی پگڑی قائم رہے۔ میں

Scanned by CamScanner

غریب رنڈیا فقیرنی ہوں۔ ایک بیٹی میری ہے کہ وہ دو جی سے ہے۔ پورے دنوں درد زہ میں مرتی ہے اور مجھ کو اتنی وسعت نہیں کہ ادھی کا تیل چراغ میں جلاؤں کھانے پینے کو تو کہاں سے لاؤں۔ اگر مر گئی تو گور و کفن کیونکر کروں گی۔ اور جو جنی تو دائی جنائی کو کیا دوں گی اور جچا کو ستھورا اچھوانی کہاں سے پلاؤں گی؟ آج دو دن ہوئے ہیں کہ بھوکی پیاسی پڑی ہے۔ اے صاحبزادی اپنی خیر کچھ ٹکڑا پارچہ دلا تو اس کو پانی پینے کا ادھار ہو۔"

ایک کٹنی جس طرح اپنے الفاظ کے ذریعہ دوسروں کو دھوکا دے سکتی ہے اسکی تصویر میرامن نے یہاں پیش کی ہے دوسری جگہ کٹنی کا کردار پھر ہمارے سامنے آتا ہے جو مکر و فریب اور چالاکی کی نمائندگی کرتا ہے۔ "بوڑھی ہیں نان کباب پھینک دیئے مگر انگوٹھی کو مٹھی میں لے لیا کہ پتہ ملکہ کے ہاتھ کا میرے ہاتھ آیا۔"

پچھلے قصوں کی طرح میرامن نے یہاں بھی ایسے اتفاقات سے کام لیا ہے کہ جہاں وہ دیکھتے ہیں کہ ہیرو یا ایسا شخص جس کے ختم ہو جانے سے کہانی پر اثر پڑے گا وہاں وہ اس کو کسی نہ کسی طرح بچا لیتے ہیں تاکہ کہانی آگے بڑھ سکے۔ اس قصے میں جب وزیر شہزادے کو مارنے جاتا ہے تو اسی وقت ایک تیر آکر وزیر کے لگتا ہے اور وہ وزیر اسی وقت ختم ہو جاتا ہے۔

"وزیر نے خفا ہو کر تلوار اٹھائی اور بادشاہزادے کے اوپر دوڑا کہ ایک ہی وار میں اس بچارے کا کام تمام کرے۔ جوں چاہتا ہے کہ تیغا چلائے غیب سے ایک تیر ناگہانی اسکی پیشانی پر بیٹھا کہ دو سار ہو گیا اور وہ گر پڑا۔"

یہاں بھی میرامن نے اپنی زبان کے جوہر دکھائے ہیں کہانی میں خوبصورتی اور دلکشی اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب زبان ویسی ہی استعمال کی جائے جیسا کہ کردار ہو۔ فقیرنی کی زبان میرامن استعمال کر ہی چکے ہیں اس کو پڑھ کر یہ

Scanned by CamScanner

اندازہ نہیں ہو سکتا کہ یہ کوئی دوسرا بول رہا ہے۔ اسی طرح ایک جگہ عورت کی زبان کا نمونہ پیش کیا ہے جو اپنے بچے کی تکلیف دیکھ کر بے چین ہو جاتی ہے۔ اس حالت میں وہ جو کچھ کہتی ہے وہ اس کے دل سے نکلی ہوئی آواز ہوتی ہے۔ ایسی عورت کی زبان کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

"ارے بچے! جس نے تجھے تیر مارا میری آہ کا تیر اس کے کلیجے میں لگیو۔ وہ اپنی جوانی سے پھل نہ پاوے اور خدا اس کو میرا سا دکھیا بنا دے۔"

میرامن نے اس قصے میں کہاوتیں بھی استعمال کی ہیں جن سے دلکشی اور دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض کہاوتیں ایسی بھی ہیں جو اب متروک ہو گئی ہیں اور لوگوں کے لیے نامانوس ہیں مثلاً "سر سے سر واہ جب بیل کھوٹی رائی رائی ہو گئی۔"

اس کے علاوہ ایسی بھی کہاوتیں استعمال کی ہیں جو قریب الفہم ہیں جو اپنے موقع پر آکر ایک خاص قسم کی چاشنی پیدا کرتی ہیں جیسے

"ان نینوں کا یہی بسیکھ۔ وہ بھی دیکھا یہ بھی دیکھ۔"

یہاں ہندوستانی رسموں کی جھلک بھی ہم کو نظر آتی ہے جس سے میرامن اپنا دامن نہیں بچا سکتے تھے مثلاً ایک جگہ ستی کا ذکر کرتے ہیں۔ وہ محض ہندوستانی چیز ہے۔

"عشق ہی کے مارے عورت خاوند کے ساتھ ستی ہوتی ہے۔"

ایک جگہ میرامن نے پرتگال کی شراب کا بھی ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں پرتگال کی شراب زیادہ مشہور تھی اور لوگ اس کو پسند کرتے تھے۔ "ماندگی کمال ہو رہی تھی۔ ایک گلابی شراب پرتگالی کی اس گزک کے ساتھ لی اور ساری رات باہم خوشی کی۔"

Scanned by CamScanner

پورا قصہ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ میر امن نے اس میں بڑی عجلت سے کام لیا ہے۔ دھیما پن جو ان کی تحریر کی خصوصیت ہے یہاں نہیں ملتی۔ لیکن پھر بھی زبان، انداز بیان، الفاظ کی نشست اور ترکیبوں کی چستی کے اعتبار سے قصہ بہت کامیاب ہے۔

Scanned by CamScanner